

خطبہ تبوک

عبدالقدوس ہاشمی

(۴)

(۲۸) والغلول من حر جہنم اور غلول جہنم کی تپش میں سے ہے غلول عربی زبان کا ایک مصدر ہے جس کے کئی معانی آتے ہیں۔ ایک معنی ہے کسی چیز کو چھپا لینا اور اپنے سامان میں ملا دینا۔ یہاں یہ لفظ مال غنیمت یا کسی اور قسم کے مال متروکہ کو دوسروں کی نظر سے چھپا کر اپنے قبضہ میں کر لینے کے لئے استعمال ہوا ہے۔ جنگ یا کسی ایسے ہی موقع پر اس کی بڑی گنجائش رہتی ہے۔ کہ کوئی آدمی گری پڑی چیز کو جلدی سے اٹھا کر اپنے ذاتی سامان میں چھپا لے، دوسروں کو خبر بھی نہ ہونے پائے اور مال اس کے ہاتھ لگ جائے۔

ارشاد نبوی یہ ہے کہ ایسا کرنے والا آدمی یہ سمجھ لے کہ اس گناہ کی لازمی سزا جہنم کا عذاب ہے۔ بہ ظاہر تو یہ مال اچھا ہی نظر آتا ہے مگر درحقیقت یہ جہنم کی تپش اور حرارت کا ایک حصہ ہے، جسے وہ اپنے لئے خود اپنے ہی ارادہ اور سعی سے حاصل کر رہا ہے۔

مال متروکہ پر قبضہ کرنے میں کچھ لوگ جس قدر بیباک ہوتے ہیں، شاید اتنے بے باک وہ اور کہیں ثابت نہیں ہوتے ناجائز طور پر جھوٹے دعویٰ اور جھوٹی قسموں کے ذریعہ مال متروکہ کے حاصل کرنے کے لئے لوگ کیا کیا نہ ذہانت اور چالاک کی کا ثبوت دیتے ہیں۔ کاش ان بددیانت اور بے یقین لوگوں کو اس کا یقین ہوتا کہ وہ اس طرح کوشش اور محنت کر کے اپنے لئے جہنم کا عذاب اور دوزخ کی تپش حاصل کر رہے ہیں۔

(۲۹) والسكر کی من النار اور نشہ جہنم کی آگ سے داغ ہے

کسی ایسے آدمی کا تصور کیجئے جسے آگ سے داغ دیا جائے، اس کی حالت شدت الم سے کیا ہو جاتی ہے۔ اس کی قوت عقلیہ اس درجہ متاثر ہو جاتی ہے کہ حرکات ارادی کی بجائے غیر ارادی حرکات اس سے صادر ہونے لگتی ہیں۔ چیختا ہے، ہاتھ پیر پٹکتا ہے اور ماہی بے آب کی طرح بے چینی کے ساتھ کروٹیں بدلنے لگتا ہے۔ بالکل یہی حالت اس شخص کی ہو جاتی ہے جس پر نشہ طاری ہو جاتا ہے۔ اس کے ہاتھ پیر قابو سے باہر ہو جاتے ہیں، لڑکھڑاتا ہے، جھومتا ہے، فضول بکواس کرتا ہے، قوت عقلیہ معطل ہو جاتی ہے، خیر و شر کی تمیز ختم ہو جاتی ہے، قوت فکریہ اپنا کام چھوڑ دیتی ہے، کہیں دیوار سے سر ٹکراتا ہے، کہیں نابدان میں جا لیٹتا ہے، ہنستا ہے تو ہنستا ہی چلا جاتا ہے، روتا ہے تو بڑی بڑی دیر تک روتا ہی رہتا ہے۔ حالانکہ نہ اس کی کوئی وجہ ہوتی ہے اور نہ اس کی کوئی علت۔

چونکہ سکر یعنی نشہ کی کیفیت داغ زدہ کی کیفیت سے تقریباً مشابہ ہوتی ہے اور اس کی اخروی سزا بھی داغ زدہ کے احساس الم سے مشابہت رکھتی ہے، اس لئے سکر کو جہنم کی آگ سے داغ دیے جانے کے برابر قرار دیا گیا ہے۔

(۳۰) والشعر من ابلیس اور شعر ابلیس کی طرف سے ہے

شعر کلام موزوں و مقفی کے ذریعہ انسانی احساسات و تاثرات کی ترجمانی کا نام ہے۔ یہ ایک شخص کے انفرادی احساس کا اظہار ہے اور انفرادی احساسات صحیح بھی ہو سکتے ہیں اور غلط بھی۔ اس کی صحت کے لئے کوئی یقینی سند موجود نہیں۔ اس طرح شعر صحیح و غلط کا ایک مزوج مرکب ہوتا ہے، جس میں اچھی بری اور غلط صحیح، سب ہی طرح کی باتیں بیان کی جاتی ہیں۔ پھر بیان کرنے کا انداز، تشبیہ و استعارہ کی بہتات کنایہ و ایہام کی کثرت اسے عجیب قسم کا معجون مرکب بنا کر رکھ دیتی ہے۔ رہا مبالغہ اور ایسا مبالغہ

جس کی سرحدیں کذب و افتراء اور دروغ بافی سے جا ملتی ہیں تو وہ شعر کو سنجیدہ اور حامل حقیقت قطعی کلام سے الگ ایک چیز بنا دیتا ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ احسن اوست اکذب اوست یعنی بہترین شعر وہ ہے جو سب سے زیادہ جھوٹ ہو۔

شعر میں چونکہ حق و باطل کا امتزاج ہوتا ہے اس لئے شعر کو شیطانی کارنامہ یا شیطان کی طرف سے الہام قرار دیا گیا ہے، اگرچہ عربی زبان کے جاہلی شعروں میں بعض بعض اشعار بڑے سچے اور مبنی برحق بھی مل جاتے ہیں لیکن ان کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں، باقی سارا کلام فسق و فجور، فخر، ناپاک اعمال کی کہانی، اور شخصی و خاندانی غرور کے اظہار پر مشتمل ہے۔ یہی حال دوسری زبانوں کے اشعار کا ہے۔ اپنی زبان اردو کے کسی دیوان کو اٹھا کر دیکھ لیجئے، چند اشعار اگر صحیح ملیں گے تو سینکڑوں اشعار جھوٹ اور فسق و فجور کی ترجمانی اور کفر و الحاد کی تبلیغ کے نظر آئیں گے۔ مثلاً اردو کے عظیم الشان شاعر حضرت غالب دہلوی کے اس شعر کو دیکھئے۔

ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن
دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

اس قسم کے اشعار ہر زبان کے دواوین میں بکثرت ملیں گے۔ اس لئے بعض بعض اشعار کے صحیح ہونے اور بعض بعض شاعروں کے صاحب ایمان و عمل صالح ہونے کے باوجود شعر کو بہ حیثیت مجموعی اور بہ حکم اکثریت شیطانی الہام بتایا گیا ہے۔ اس کی اتباع کر کے کوئی آدمی نہ کامیاب و کامران زندگی بسر کر سکتا ہے اور نہ خالق کائنات کی رضا حاصل کر سکتا ہے۔ وہ اشعار جو صاحب ایمان و عمل صالح حضرات نے کہے ہیں اور ترجمانی حقیقت کی حیثیت رکھتے ہیں وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔

(۳۱) والخمر جماع الاثم اور شراب سارے ہی گناہوں کا مجموعہ ہے

یہ فقرہ عربی زبان میں بطور ضرب المثل بھی استعمال ہونے لگا ہے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ شراب سارے ہی گناہوں کا مجموعہ ہے۔ ایک شرابی شراب کے نشہ میں بلکہ شراب کی طلب میں بھی تمام حدود ممنوعہ کو توڑ دیتا ہے۔ وہ اپنے گھر، خانوادہ اور سارے معاشرے کے لئے عذاب عظیم بن جاتا ہے۔ شراب حرام ہے، شراب پینے والا فاسق ہے اور شراب کو حلال سمجھنے والا صاحب ایمان نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے خمر کو قرآن مجید میں شیطانی عمل اور پلیدیگی قرار دے کر اس سے دور رہنے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد ہے:

اے وہ لوگو جو ایمان لاکچے ہو خمر اور جوا اور بتوں کے استہان اور اور فال کے تیر، اس کے سوا کچھ نہیں ہیں کہ یہ سب پلید اور ناپاک ہیں۔ شیطان کے کاموں میں سے ہیں، تو ان سے تم دور رہو تاکہ فلاح پاؤ۔ شیطان اس کے سوا کچھ اور نہیں چاہتا کہ خمر اور جوا کے ذریعہ تم میں عداوت و بغض ڈال دے، اور اللہ کی یاد اور نماز سے تم کو روک دے۔ پس کیا تم اس سے باز نہ آؤ گے؟

(سورۃ المائدہ آیت ۹۰ و ۹۱)

قرآن مجید کا انتہائی شدید انداز بیان یہ ہے کہ باز آنے کو کہے، یہ انداز بیان ”حرام قرار دیا گیا، کہنے سے زیادہ تاکیدی انداز کا سمجھا جاتا ہے۔ خمر (شراب) اور جوئے کو بت پرستی کے ساتھ بیان کرنے سے اس کی شدید حرمت کا بیان مقصود ہے۔ اسی لئے یہ کہا گیا ہے کہ شراب کو حلال سمجھنے والا صاحب ایمان باقی نہیں رہتا ہے۔

شراب کو سارے ہی گناہوں کا مجموعہ کہا گیا ہے اس کے دو وجوہ ہیں، اول اس شدت طلب کی وجہ سے جو ایک شرابی کو شراب کے لئے لاحق

ہوتی ہے اور اس وقت وہ اچھے اور برے کی تمیز سے خالی ہو کر وہ سب کچھ کر گزرتا ہے جس کو گناہ یا فسوق کہا جاتا ہے۔ دوسرے اس وجہ سے کہ شرابی پر جب نشہ طاری ہوتا ہے تو اس کی عقل اپنا کام کرنے سے عاجز ہو جاتی ہے اور وہ کسی بری بات کو بری بات سمجھتا ہی نہیں، اب اس حالت میں جو عمل اس سے سرزد ہو جائے غیر متوقع نہیں ہے۔

بعض لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ اگر شراب پی کر بھی کوئی آدمی ہوش و حواس سے بے بہرہ نہ ہو جائے اور حقیقت یہ ہے کہ اکثر عادی شراب خوار تھوڑی سی شراب پی کر ہوش و حواس سے بے بہرہ نہیں ہوتے ہیں تو ایسے آدمی کے لئے شراب کی حرمت کم ہوگی یا نہیں ہوگی۔ یہ بڑی شدید غلط فہمی اور حد درجہ کی حماقت ہے۔ احکام انفرادی نہیں ہوا کرتے بلکہ کلی ہوتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ شراب سے دور رہنے کا حکم دیا گیا ہے، صرف اس کے نتائج سے بچنے کا حکم نہیں ہے۔ نتائج پیدا ہوں یا نہ ہوں اس سے حکم کا کوئی براہ راست کوئی تعلق نہیں ہوا کرتا۔

مثلاً کسی نے جان بوجھ کر بلا عذر سور کا گوشت کھا لیا اس کے بعد اسے کسی وجہ سے متلی شروع ہوئی اور سارا گوشت قے میں نکل گیا، تو اگرچہ تغذیہ جو لازمی نتیجہ اور مقصود ہے خوراک کا، نہ ہو سکا لیکن وہ شخص حرام کھانے کا مجرم تو بہر حال ہو ہی گیا۔ نتیجہ برآمد نہ ہونے کی وجہ سے فعل کی قباحت میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔ یا کسی نے زنا کیا اور زنا سے حمل قرار نہ پاسکا تو نتیجہ برآمد نہ ہونے کی وجہ سے فعل زنا کی قباحت اور برائی میں کیا کمی رہ جائے گی۔ یا کسی نے بہ نیت قتل کسی کو گولی ماردی اور گولی نشانہ پر نہ پڑی آدمی بچ گیا تو گولی چلانے والا اقدام قتل کا مجرم ہی ہوگا، بے گناہ نہیں قرار دیا جا سکتا۔

بالکل اسی طرح اگر کسی نے ایک گھونٹ شراب پی لی یا زیادہ پی، مگر اس

پر نشہ اور بدہستی کی کیفیت طاری نہ ہوئی تو اس سے نہ شراب کی حرمت میں کوئی کمی ہوگی اور نہ اس شخص کا جرم ہلکا ہو جائے گا۔ وہ بہر حال مجرم ہے۔ چاہے نتیجہ جرم برآمد ہو یا نہ ہو۔

دوسری غلط فہمی اس سلسلہ میں یہ پیدا کی جاتی ہے کہ خمر نام ہے صرف انگوری شراب کا اس لئے ہر طرح کی شراب یا دیگر مسکرات پر اس کا اطلاق صحیح نہیں ہے۔ یہ محض موشگافی اور نکتہ آفرینی ہے جو رائج ہو گئی ہے۔ اس کی علمی حیثیت کچھ بھی نہیں ہے۔ عربی زبان میں مادہ خمر کے معنی ہیں ڈھانکنے اور چھپانے کے۔ اسی مادہ سے لفظ خماری سے لیا گیا ہے۔ عربی زبان میں مادہ خمر کے معنی ہیں ڈھانکنے اور چھپانے کے۔ اور اسی سے خمر الشہادۃ گواہی کو چھپانے کے لئے بولا جاتا ہے۔ عربی قواعد میں جہاں لفظ خمر کے معنی انگوری شراب کے لکھے ہیں وہیں کل مسکر بخامر للعقل (ہر نشہ آور شے جو عقل کو ڈھانک لے) بھی لکھا ہوا ہے۔ اس لئے خمر کا اطلاق ہر نشہ آور چیز اور اس کے ہر جزء پر ہوگا۔ چاہے وہ شراب ہو یا تاڑی، چرس ہو یا مدک، بھنگ ہو یا افیون۔ از روئے لغت یہ سب خمر میں داخل ہیں۔ نہ قسم بدلنے سے حکم بدل سکتا ہے اور نہ مقدار کی کمی بیشی سے کوئی فرق پڑ سکتا ہے۔

اس طرح خطبہ نبوی میں اس فقرہ سے مقصود یہ ہے کہ ہر نشہ آور چیز گناہوں اور معصیتوں کا مجموعہ ہوتی ہے۔ اس لئے ہدایت کی جاتی ہے کہ ایسی چیز کے قریب کبھی نہ جاؤ۔

(۳۲) وشر الماکل سال الیتیم اور بہت ہی برا کھانا ہے، یتیم

کا مال کھانا۔

یتیم کے مال میں صرف وہی مال داخل نہیں ہے جو اس کو وراثتاً ملا ہو بلکہ وہ سب مال داخل ہے جو یتیم کے نام پر سرکار سے یا اہل خیر سے حاصل کیا گیا ہو۔ یہ فقرہ خصوصیت کے ساتھ ان لوگوں کو بار بار پڑھنا چاہئے جو

کسی یتیم کے ولی ہوں یا جو یتیم خانوں کے ناظم ہوں - خطبہ میں اس فقرہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ مال حرام اور برے طریقہ پر حاصل کی ہوئی غذائیں تو اور بھی بہت سی ہوتی ہیں مگر ان میں ایک نہایت ہی بری غذا وہ ہے جو کسی یتیم کے مال سے بطور ناجائز حاصل کی جائے۔ ظاہر ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کا مال ناجائز ذریعے سے حاصل کر کے کھا جاتا ہے تو اس مال کا حقیقی مالک اس کو روکنے اور منع کرنے کی کم از کم صلاحیت تو رکھتا ہے لیکن بے چارہ یتیم تو اس کو منع کرنے کی قدرت بھی نہیں رکھتا۔ اس لئے ایسے مال کو شرالماکل یعنی کھانے کی بہت ہی بری چیز قرار دیا گیا ہے۔

(۳۳) والسعيد من وعظ بغيره اور سعيد (خوش نصیب و کامیاب) وہ ہے جو دوسروں کو دیکھ کر نصیحت حاصل کر لے۔

یعنی وہ شخص سعادت مند اور خوش نصیب ہے جس کو براہ راست نصیحت یا تجربہ کی ضرورت نہ ہو بلکہ دوسروں کو دیکھ کر برائی سے احتراز اور بھلائی کو اختیار کرے۔ ”اگلا گرے پچھلا ہوشیار، اگر کوئی شخص اگلے کو لڑکھڑا کر گرتے دیکھے اور اس کے بعد بھی قدم بڑھانے میں ہوشیاری سے کام نہ لے سکے تو اسے کون سعادت مند اور خوش نصیب کہے گا۔

ہم برے اعمال اور بری عادات کے نتایج روز اور ہر جگہ دیکھتے ہیں۔ اپنے عزیزوں اور دوستوں میں دیکھتے ہیں، ہمسایوں اور ہم چشموں میں دیکھتے ہیں، اور کہان نہیں دیکھتے، کہیں کثرت سے سگریٹ پینے کے نتیجہ میں گلا خراب ہوتے اور پھیپھڑوں کو تباہ ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ کہیں فضول خرچی سے کنبوں کو برباد ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں، کہیں چغلیخوروں اور خوشامدیوں کو ذلیل ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ کہیں جھوٹ

کی قلعی کھلتی ہوئی نظر آتی ہے، کہیں فریبی اور جعلساز کو گرفتار ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ کیا ان سب کو دیکھ کر بھی اپنے خصائل اور اپنی عادت کو درست کرنے کی سعادت نصیب ہوتی ہے؟ یاد رکھنا چاہئے کہ اگر ہم خود اپنے آپ کو درست نہیں کرسکتے تو کوئی دوسرا ہمیں سعید و خوش بخت نہیں بنا سکتا۔ جو دوسروں کو دیکھ کر عبرت نہیں حاصل کرتا اس پر نصیحت اور تنبیہ کا اثر شاذونادر ہی ہوتا ہے۔

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر

مرد ناداں پر کلام نرم و نازک بے اثر

(۳۴) والشقی من شقی فی بطن امہ اور بد بخت وہ ہے جو اپنی ماں

کے پیٹ ہی میں بدبخت ہو گیا۔

یعنی بدبخت وہ ہے جو شروع ہی سے بدبخت بن گیا ہو۔ عربی زبان میں

انسانی زندگی کے ابتدائی ایام یا ابتدائے غایت کو ظاہر کرنے کے لئے متعدد طریقے ہیں جن میں سے یہ تین زیادہ مستعمل ہیں۔

(۱) فی بطن امہ اپنی ماں کے پیٹ ہی سے

(۲) منذ لغومة اطفاره ناخن پیدا ہونے کے وقت ہی سے

(۳) من نبت شعره بال آگنے ہی سے

سعید اور شقی دونوں الفاظ ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ یعنی جو سعید نہیں

ہے وہ شقی ہے اور جو شقی نہیں ہے وہ سعید ہے۔ سعید وہ ہے جو دوسروں کو

دیکھ کر نصیحت حاصل کرے اور اپنی عادات و خصائل کو درست کر لے

اور شقی وہ ہے جو اپنی بری عادت اور ناپسندیدہ خصائل پر قائم رہے، دوسروں

کو دیکھے اور نصیحت نہ حاصل کرے۔ خطبہ مبارک کے اس فقرہ میں بتایا

گیا ہے کہ شقی وہ ہے جو بالکل ابتدائی وقت ہی سے بری عادات میں گرفتار

ہو۔ اگر اس نے بری عادات و خصائل دوسروں کو دیکھ کر یا کسی اثر کے ماتحت اختیار کر لئے تھے تو یہ امید کی جاسکتی ہے کہ وہ کسی وقت اس کے برے نتائج کو دیکھ کر یا کسی نصیحت کے ماتحت اپنی اصلاح بھی کر لے، لیکن جو ابتداء ہی سے برائی میں مبتلاء ہے وہ بڑی مشکل سے اور شاذونادر ہی اصلاح پذیر ہوتا ہے۔ عادت خود جبلت بن جاتی ہے۔ وہ ہر صبح و شام برے اعمال اور بری عادات کے نتائج دیکھتا ہے لیکن عبرت نہیں حاصل کرتا۔ ایک شرابی اپنے یار میکدہ کو مستی میں سر ٹکراتے ہوئے دیکھتا ہے نابدان میں ساری رات پڑا ہوا پاتا ہے مگر کوئی اثر نہیں لیتا۔ ایک جواری اپنے رفیقوں کو سارا سرمایہ ہارتے ہوئے دیکھتا ہے، پولیس کے ہاتھوں ذلیل ہوتے اور ڈنڈے کھاتے ہوئے بھی پاتا ہے لیکن عبرت حاصل نہیں کرتا۔

یہ لوگ ہیں حقیقی معنوں میں شقی، بدنصیب اور بدبخت۔ اب اگر ان میں سے کوئی دوسروں کو دیکھ کر نصیحت حاصل کر لیتا ہے اور توبہ کر کے اپنی حالت کو درست کر لیتا ہے تو اس کی شقاوت ختم ہو جاتی ہے اور وہ سعید ہو جاتا ہے، ورنہ اسی حالت شقاوت میں مر جاتا ہے ریس اور قمار بازی میں جیتا ہوا رویہ اور شراب فروشی سے حاصل کی ہوئی دولت یہیں رہ جاتی ہے اور وہ بدبخت عذاب قبر میں مبتلا ہو کر تڑپتا رہتا ہے جہاں نہ اصلاح حال کا وقت ہوتا ہے اور نہ توبہ کے لئے کوئی موقع۔

(۳۵) وانما یصیر احدکم الی اور تم میں سے ہر شخص بالآخر
موضع اربعۃ اذرع والامر الی چار ہاتھ زمین ہی تک پہنچتا ہے
الآخرۃ اور معاملہ آخرت کے سپرد ہو
جاتا ہے

رفتم بہ سر تربت محمود غنی پرسیدم کہ چہ بردئی زدنیامے دنی
گفتا کہ دوگز زمیں و شش گز کرپاس تو نیز ہمی بری اگر صد چو منی

(میں محمود غنی کی قبر پر پہنچا تو میں نے پوچھا کہ اس ذلیل دنیا سے آپ کیا لے جا سکتے انہوں نے جواب دیا کہ دو گز زمین اور چھ گز کپڑا اور تم بھی یہی کچھ لے جاؤ گے چاہے مجھ سے سوگنا دولت و حشمت تمہیں حاصل ہو۔) اور یہ بھی تو عام حالات کی طرف اشارہ ہے۔ دو گز زمین اور چھ گز کپڑا بھی سب کو کہاں میسر آتا ہے ہزاروں دریاؤں میں ڈوب کر لاپتہ ہو جاتے ہیں اور سینکڑوں جنگلی درندوں کی غذا بن جاتے ہیں۔ اور جنہیں اس دنیا نے دنی سے چھ گز کپڑا دے کر دو گز زمین میں چھپا دیا جاتا ہے انہیں بھی یہ کپڑا اور زمین وہاں کیا کام آتی ہے۔

بے بس و تنہا پڑے ناچار جا کر گور میں

کچھ نہ ان کے ساتھ دنیا سے گیا الا عمل

(۳۶) و ملاک العمل خواتمه اور عمل کی حقیقت اس کے آخری

حصے ہوتے ہیں۔

عربی زبان میں لفظ ملاک کے متعدد معانی ہیں۔ ایک ضرب المثل ہے القلب ملاک الجسد (دل بدن پر اقتدار رکھتا ہے) اسی طرح جانوروں کے پاؤں جن پر ایک چوپایہ کھڑا ہوتا ہے، انہیں ملاک الدابة کہا جاتا ہے۔ اسی طرح اس مٹی کو بھی جس سے کمہار برتن بنا تا ہے ملاک کہتے ہیں۔

یہاں اس فقرہ کے معنی یہ ہیں کہ عمل کے معاملہ میں اعتبار کسی عمل کے آخری حصوں کا ہوگا، اوائل و اواسط کا نہیں ہوگا۔ مثلاً ایک شخص جہاد کے لئے گھر سے نکلا مگر مقصود یہ تھا کہ اس طرح اس کی شجاعت کا سکھ بیٹھ جائے گا۔ لیکن میدان جہاد میں پہنچ کر اس کی نیت بدل گئی اور اب اس کے سامنے رضائے الہی کے سوا کچھ باقی نہ رہا تو اس کا جہاد مقبول بارگاہ خداوندی ہوگا۔ اس کے عمل کے آخری حصہ میں جو اس کا مقصود تھا وہی اس کے عمل کی حقیقت قرار پائے گا۔

ایک دوسری مثال لیجئے ایک آدمی نے کسی یتیم لڑکی کی پرورش و پرداخت کا ذمہ لیا اور صرف رضائے الہی کو مقصود بنا کر اس کی پرورش کی مگر جب لڑکی جوان ہوئی تو اس نے لڑکی کو فروخت کر دیا یا بدکاری میں لگا دیا تو اس کے پچھلے اعمال پرورش و پرداخت کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔ وہ خدا اور قانون دونوں کی نظر میں ایک مستوجب سزا مجرم ہی ہوگا۔ بلکہ اس کا بھی خطرہ ہے کہ آخرت میں اس کے پچھلے اعمال نیک بھی گناہ قرار پائیں۔

ایک مفہوم اس فقرہ کا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عمل کرنے والے کا جس عمل پر خاتمہ ہوا ہے، اس کا اعتبار ہوگا۔ اگرچہ یہ بات دوسرے احکام کے اعتبار سے صحیح ہے مگر اس فقرہ سے یہ مفہوم لینا دور از کار تاویل ہوگی۔

(باقی)

